قیمتوں کے عدم توازن کی وجوہات: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک مطالعہ

Causes of Disequilibrium in Prices: A Study in the light of Islamic Teachings

* **Hamza Abdul Razzak**

Abstract

Islam has given the Ummah very important principles in economic teachings. If we truly embrace these teachings, and conduct our business in the light of these principles, the difficulties that have begun to manifest themselves in our economic activities with the passage of time, and seem to be growing with disproportionately great frequency and intensity, can be gradually reduced, and even eliminated. Allah almighty created human beings, and as our Creator, is aware of every particle of thought, aware of every intention, every action that we as human beings indulge ourselves in. Allah therefore has also provided us, his supreme creation, with a complete and comprehensive guide to every aspect of our lives, no matter how small or how crucial, in the teachings of Islam. And who can provide a better guide for living a successful life than the Almighty who created us and gave us life. By following the principles of Islam, we can attain welfare and prosperity in every economic aspect of our lives.In these few phrases, we have tried to summarise these comprehensive teachings, so that their implementation can be facilitated and expedited, and they can prove to be helpful in establishing a strong economy based on Allah's guidelines.

Keywords: *Disequilibrium, Economic Principles, Welfare, Trade*

* *PhD Scholar, Department of Islamic Studies Federal Urdu University, Abdul Haq Campus, Karachi, Pakistan*

تمہید

اسلام مکمل اور جامع نظامِ حیات ہے، اسلامی تعلیمات میں جہاں ریاست وسیاست، اخلاق ومعاشرت، نکاح ومیراث کے متعلق تفصیلی مباحث موجود ہیں، ایسے ہی نظامِ اقتصاد کے متعلق کلی اور جامع ضوابط موجود ہیں، جو عدل وانصاف پر مبنی ایسا متوازن معاشی نظام کی عکاسی کرتے ہیں جس میں مثبت راستے کے ساتھ ساتھ منفی راستوں کی روک تھام بھی کی گئی ہے، مثلا جھوٹ، دھوکہ، جوا اور سود جیسے معیشت کو ہلاک کرنے والے عوامل سے روکا گیا ہے، اِسی لیے کوئی نئی ایجاد اپنے اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے کیلئے اسلام کا دامن اپنے لئے تنگ نہیں پاتی، اسلام کی اس وسعت اور ہمہ گیری کا نتیجہ یہ ہوا کہ تہذیبیں اسلام کے سانچے میں ڈھل تو گئیں، مگر اسلام کو متاثر نہ کرسکیں، کہ اسلام جس معاشرہ میں گیا اور جس ملک میں گیا، وہاں کے معاشرہ میں ڈھل جانے اور اپنی شخصیت وتشخص کو بھول جانے کے بجائے وہاں کی عوام اور وہاں کی تاریخی رواج اور طور وطریقوں کو اپنے رنگ میں ڈھال گیا، یہ اسلام کی ہمہ گیری اور جامعیت کا عظیم کمال ہے، مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ تمام شہر اپنا ایک تمدن رکھتے تھے، جو بہت پرانا اور ترقی یافتہ تھا، ذوق لطافت سے آراستہ تھا، لیکن مسلمان جہاں جاتے تھے اپنی تہذیب اور اپنا تمدن لے کر جاتے تھے، وہ نہ صرف اپنے تمدن کی حفاظت کرتے تھے، بلکہ تہذیب وتمدن کا سکہ جمادیتے تھے، بہت سے لوگ ان کی تہذیب کے گرویدہ ہوجاتے تھے، آخر کار ان قدیم تہذیبوں کے چراغ کو گل ہوناہی پڑتا تھا اور تابناک اسلامی تہذیب کا آفتاب روشن ہوجاتا تھا"[1]۔ دین اسلام ہر نئی ایجاد کو ہر نئی صنعت وحرفت کو اپنا گرویدہ بناسکتا ہے، یہ اپنے ماننے والوں کیلئے ایک نئی زندگی ہر دور میں دے سکتا ہے، دین اسلام کا دامن تنگ نہیں بلکہ بہت وسیع ہے۔ انوار البیان میں مولانا عاشق الہی بلند شہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اسلام زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اجتماعی اور انفرادی احوال، سب کے بارے میں اسلام میں تعلیمات موجود ہیں، آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کیا کیا ہیں، عزیز واقارب آپس میں ایک دوسرے سے مل کر کس طرح رہیں، میاں بیوی دونوں مل کر کس طرح زندگی گزاریں، اولاد کی پرورش کن اصولوں پر اور کس طرح کی جائے، دشمنوں سے صلح وجنگ کیسے ہو، بیع وشراء کے احکام، عوام الناس کا امراء اور خلفاء کے ساتھ سلوک، اسی طرح سینکڑوں عنوانات کے جوابات شریعتِ اسلامیہ میں موجود ہیں۔ اسلام صرف عبادات ہی کا مجموعہ نہیں، بلکہ اس میں عبادات، معاملات، اخلاق ومعاشرت کے احکام بھی موجود ہیں"[2]۔ مسلمان دین اسلام کی انھی بنیادی خصوصیات اور صفات کی بدولت کبھی کسی دوسری تہذیب کے محتاج نہیں ہوئے، کیونکہ اسلام ایک منظم حکومت فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اسلام ایک ایسا تجارتی نظام دیتا ہے، جس سے معاشرہ میں غربت اور افلاس جیسی بیماریوں کا خاتمہ ہوسکے، اسلام ایک ایسا نظام دینے کی صلاحیت رکھتا ہے جس میں کرپشن، رشوت، سود اور بے شمار معاشی برائیوں کا خاتمہ ہوکر امیر وغریب دونوں کے حقوق کا تحفظ ہوسکے۔ لیکن بدقسمتی سے جب سے مسلمانوں نے اپنا نظام چھوڑ کر مغربی تعلیمی نظام کو اپنایا ہے، اس وقت سے اسلام کا اقتصادی نظام کا نام آتے ہی انسان کا ذہن فوراً ان معاشی مسائل اور پریشانیوں کی طرف متوجہ ہونے لگتا ہے جنہوں نے اس ناتواں انسان کو روزِ اول سے ہی گھیرا ہوا ہے، مگر معاشی مسائل کی گتھی سلجھی نہیں مزید الجھی ہے، اس معاشی ناہمواری، دولت اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم غربت اور امارت کا غیر فطری تفاوت کے حل اور دنیا کو پرامن بنانے کے لیے انسان نے مثبت

کے ساتھ منفی ذرائع مثلالوٹ مار، جنگ وجدال کا راستہ بھی اختیار کیا، لیکن جس ذات عالی نے انسان کو پیدا کیا اور جس نے اپنے نبی کو اسی انسان کی فلاح بہبود کے لیے بھیجا اور انسان کو علوم وحی سے منور کیا، وہ انسان محض اپنی عقل کے گھوڑے دوڑا کر اپنے مسائل کا حل تلاش کرتا ہے، جب کے اس کو اپنے مسائل کے حل کے لیے عقل کے ساتھ ساتھ وحی کے علم کی بھی ضرورت ہے۔ لہذا حالیہ مہنگائی کے اس طوفان میں جہاں حکومتیں روز بروز مہنگائی کے خاتمہ کے لیے نئے نئے طریقے تلاش کر رہی ہیں وہاں ان کو چاہیئے کہ قرآن وحدیث میں مہنگائی کا جو علاج موجود اس کو بھی اپنالیں، اگرچہ ہمارے معاشرے میں بہت سی چیزیں ایسی وجود میں آئی ہیں، جن کا قدیم زمانے میں تصور بھی نہ تھا، چنانچہ ان خرابیوں اور نئ نئ ایجادات اور صورتوں کی وجہ سے جہاں بہت سے فوائد کا حصول ممکن ہو گیا ہے، وہی پر بہت سی خرابیاں بھی معاشرے میں رونما ہو گئی ہیں، اسلام کا ہمہ گیر نظام اقتصاد ان تمام صورتوں کے فوائد اور نقصانات سے واقفیت کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی فائدہ مند صورتوں کو بقا دیتا ہے اور معاشرے کے لیے ناسور بننے والی صورتوں کا مکمل خاتمہ کرتا ہے کیوں کہ ان کی وجہ سے معاشرے میں مہنگائی، مصنوعی قلت اور غریبوں پر ظلم وستم خود غرضی جیسی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں، ذیل میں مختصر طور پر اسلامی نظام اقتصاد میں سے خرید وفروخت سے متعلق بنیادی وہ اصول ذکر کئے جارہے ہیں جو مہنگائی کے خاتمہ کے لیے موثر ہیں، چنانچہ خرید وفروخت کے بنیادی اصولوں پر عمل قیمتوں میں توازن کا سبب ہے۔

ا۔ جائز اشیاء کا کاروبار کرنا

یہ نہایت اہم اور بنیادی قانون ہے کہ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ رب کریم نے دنیا میں جتنی چیزیں پیدا کی ہیں، ان میں سے جو چیز انسان کے فائدے کی ہے اس کو مسلمان کے لیے جائز اور حلال کر دیا گیا ہے اور جو چیز انسان کے لیے نقصان دہ ہے اس کو مسلمان کے لیے حرام اور مکروہ کر دیا گیا ہے اور اس کی خرید وفروخت سے منع کیا گیا ہے جب کہ ہمارے زمانے میں مادیت اور روحانیت کی جنگ میں مادہ پرستوں کی طرف سے ہر ایک کو یہ آزادی ہے کہ وہ جو چاہے اور جیسے چاہیے کما سکتا ہے، جب کہ روحانیت کے حامل ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ کسی بھی طرح کا کاروبار کرنے سے پہلے یہ سوچ لے کہ جو کاروبار وہ کرنا چاہتا ہے، وہ جائز ہے یا نہیں، اس لئے کہ انسان جو کچھ کھاتا پیتا ہے، اس کا اثر اس کے جسم اور سوچ میں ظاہر ہو جاتا ہے، اور ظاہر ہے کہ اگر حرام کھائیگا، اور ناجائز آمدنی استعمال کرے گا، تو جسم میں سے برکت ،نزاکت، اور نور ختم ہو جاتا ہے، اور معاملاتِ حق کی توفیق نہیں ہوتی، چنانچہ خدا کریم نے اپنے پیغمبروں کو عبادت سے حلال اور طیب کھانے کا حکم فرمایا: {يَاأَيُّها الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيم}[3] اے پیغمبرو: پاکیزہ چیزوں میں سے (جو چاہو) کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقین رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو مجھے اس کا پورا علم ہے۔ نیز ایک حدیث پاک میں حرام کھانے والے کو جنت میں نہ جانے کی وعید سنائی گئی ہے: وَعَنْ أَبِي بَكْرٍرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِّيَ بالحرَامِ". رَوَاهُ الْبَيْهَقِيّ فِي شعب الْإِيمَان[4]۔ ترجمہ: حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا جسم جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، جس کو حرام غذا کھلائی گئی ہو۔

جنت کا داخلہ انسانوں کیلئے ہے، اور انسانوں میں بھی نیکوکاروں کیلئے، چنانچہ جو انسان حرام غذا استعمال کریں گے، ان کا داخلہ جنت میں نہ ہو سکے گا، ایک مسلمان دنیا کو جنت کی کھیتی اور میدانِ عمل سمجھتا ہے، اسے یقین ہے کہ ایک دن ایسی زندگی ملنے والی ہے، جو کبھی ختم نہیں ہوگی، کیونکہ دنیا میں موجود ہر انسان نے فنا ہونا ہے، لیکن جنت کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے، وہ کبھی ختم نہیں ہوگی، چنانچہ کسی بھی مسلمان کے پیشِ نظر جنت کی دائمی زندگی کی راحتیں ہوتی ہیں، لہذا اس کے معاملات، اس کے شب وروز کے اعمال اور زندگی کا ہر گذرتا لمحہ آخرت کی تیاری میں ہوتا ہے، کاروبار ہو، یا کوئی اور معاملہ ہو، اسے شریعت کے مطابق انجام دینے میں نیکی اور بھلائی ہی حاصل ہوتی ہے، چنانچہ ایک مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے کاروبار کو بھی عبادت بنائے، کیونکہ کمانا بھی عبادت ہے، لہذا کمانا، کاروبار کرنا، اسی وقت عبادت بن سکتا ہے، جب یہ شریعت کے مطابق ہو، جائز ہو، اور حلال ہو، ناجائز اشیاء کی تجارت اور ناجائز اشیاء میں کسبِ منافع عبادت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ قرآنِ کریم میں اللہ سبحانہ وتعالی نے کس قدر واضح انداز میں ارشاد فرمایا ہے کہ: {وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ}[5] ترجمہ: نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو، گناہ اور حد سے تجاوز کرنے میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ ظاہر ہے کہ نیکی اور تقویٰ میں تعاون اسی وقت ممکن ہے جب کوئی شخص خود بھی نیک کام کرے، جائز کام کرے، اور کم سے کم اپنے دائرے اور حلقہ احباب میں جائز امور میں مصروف رہے، جو شخص حرام میں مصروف رہے گا، وہ معاشرے میں نیکی میں تعاون نہیں کر سکے گا، چنانچہ وہ یہی کوشش میں ہوگا کہ کسی طرح مجھے اچھا نفع ملے، زیادہ پیسے ملیں، جائز طریقے پر ہو یا ناجائز، یہ جذبہ اور یہ سوچ مہنگائی اور قیمتوں میں عدمِ توازن کا سبب بنتی ہے، چنانچہ پہلے قاعدہ یہ ہے کہ کاروبار جائز اور حلال اشیاء کا کیا جائے، تاکہ اس کے مثبت اثرات معاشرت پر مرتب ہو سکیں۔

۲۔ بلاملکیت اشیاء کی فروخت

دوسرا اہم اصول یہ ہے کہ جو چیز فروخت کی جارہی ہے، وہ بیچنے والے کی ملکیت میں ہو، جو چیز فروخت کنندہ کی ملکیت میں نہ ہو، اس کے لیے اس چیز کو فروخت کرنا جائز نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے دوسرے شخص سے خریداری کا وعدہ کیا، ابھی تک خریدی نہیں، تو یہ چیز آگے فروخت نہیں کی جاسکتی، احادیث میں صاف طور پر اس سے منع وارد ہوئی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ: "لَيْسَ عَلَى الرَّجُلِ طَلَاقٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ , وَلَا بَيْعٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ , وَلَا عِتْقٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ"۔[6] یعنی نکاح کے بغیر آدمی طلاق نہیں دے سکتا، اور ملکیت کے بغیر آدمی کسی غلام کو آزاد نہیں کر سکتا، اور ملکیت کے بغیر کوئی آدمی کوئی چیز فروخت نہیں کر سکتا"۔ اسلام کا نظام اقتصاد خرید وفروخت کی اس چار دیواری کے ذریعہ دیگر برائیوں کے ساتھ ساتھ مہنگائی جیسی مہلک معیشت ناسور کا بھی علاج بتاتا ہے مثلا آج کل مارکیٹ میں یہ روج چل پڑا ہے کہ لوگ دوکانوں میں اجناس کے سیمپل دکھادیتے ہیں، اور دوکان داروں سے معاملہ فائنل کرلیتے ہیں، اور قیمت وصول کرتے ہیں، پھر اصل مالک سے وہ جنس خرید کر دکاندار کو دیدیتے ہیں، شرعاً یہ طریقہ بالکل ممنوع ہے، کیونکہ ایک تو یہ بیع مالا یملک ہے، یعنی ایسی چیز فروخت کی گئی، جس پر ملکیت ہی نہیں آئی، اور اس کا مارکیٹ پر اثر یوں ہوا کہ جنس کی قیمت میں اضافہ ہو گیا، اور چیز مہنگی ہو گئی، چنانچہ اگر خریدار دوکاندار سے براہ راست خریدتا، تو وہ جنس دس روپے کی مل جاتی، لیکن اس

واسطے کی وجہ سے خریدار کو یہ جنس پندرہ روپے کی پڑی، ، یہ معاملہ صرف دس بیس روپے کا نہیں ہوتا، یہ محض ایک مثال ہے، بلکہ یہ معاملہ لاکھوں اور کروڑوں میں ہوتا ہے، خاص کر درآمدات کے اموال میں ایک چیز جب چائینہ سے نکلتی ہے تو مثلاً پچاس روپے کی ہوتی ہے لیکن صرف تصویروں پر وعدے ہو ہو کر کئی گناہ مہنگی ہو جاتی ہے، شریعتِ اسلام میں اس بیع مالا یملک کی ممانعت کر کے مہنگائی کی روک تھام بھی کی اور ایسا بے مثال قانون دیا، جس کی وجہ سے تاجر اور مالک کو بھی اچھا نفع ملے، اور عام گاہکوں کو بھی مناسب قیمت پر ان کی مطلوبہ جنس مل سکے۔

۳۔ چیز پر قبضہ کیے بغیر ہی آگے فروخت کرنا

تیسرا اہم ضابطہ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تک کسی چیز پر قبضہ نہ ہو جائے، اور خریدی گئی چیز خریدار کے قبضہ میں نہ آئے، وہ چیز آگے فروخت نہیں کی جاسکتی، نہ اجارہ پر یعنی کرایہ پر دی جاسکتی ہے، اس اصول کی دلیل نبی کریم ﷺ کی درج ذیل واضح حدیث میں ہے:عن حكيم بن حزام، قال: قلت: يا رسول الله الرجل يسألني البيع وليس عندي، أفأبيعه؟ قال: لا تبع ما ليس عندك" [7] ترجمہ: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ کبھی کوئی شخص مال لینے آتا ہے، اور وہ مال موجود نہیں ہوتا، تو کیا میں اسے وہ مال فروخت کر سکتا ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو چیز آپ کے پاس نہیں، وہ آپ آگے نہ بیچیں۔ اس اصول نے فاورڈ سیلز (Forword Sales) اور بیع المستقبلیات کو اکھاڑ پھینکا ہے، جو ہمارے معاشرے میں ایک ناسور کی طرح رائج ہو چکی ہیں، اور ایک مصیبت بن چکی ہیں، لوگوں کیلئے پہاڑ بن چکی ہیں، عام افراد جو مہنگائی کا شکار ہیں، اس کی ایک اہم وجہ یہ معاملات بھی ہیں، اس کی اتنی خرابیاں ہیں کہ حکومتِ وقت پر لازم ہے کہ ایسے افراد کو سخت اور کڑی سزائیں دے، جو اس میں ملوث ہیں، کیونکہ اس کے معاشرے پر بہت تباہ کن اثرات مرتب ہو رہے ہیں، اس کی ایک سادہ کی مثال اور خرابیاں یہ ہیں کہ: ایک شخص چینی کا تاجر ہے، یا گندم کا تاجر ہے، یا ٹماٹر کا یا پیاز وغیرہ کی تجارت کرتا ہے، فارورڈ سیلز میں تجارت برائے نام ہوتی ہے، محض دھوکہ دہی اور سب ناجائز کھلواڑ زیادہ ہوتا ہے، چنانچہ اس شخص نے کراچی کی سبزی منڈی میں موجود اپنے کھوکھے اور دکان کیلئے ایک ٹن پیاز کا آرڈر بک کروایا، اور جس وقت اس نے پیاز کا آرڈر بک کروایا، اس وقت پیاز کی قیمت فی ٹن مثلاً ایک ہزار روپے تھی، اور پیاز فروخت کرنے والے نے پیاز کی ڈیلوری کا پندرہ دن کا ٹائم دیا، مثلاً یکم جنوری کو آرڈر بک ہوا، پیاز پندرہ جنوری کو کراچی سبزی منڈی پہنچے گی، چنانچہ اب ہوتا یہ ہے کہ جس شخص نے آرڈر ایک ہزار کا بک کروایا ہے، وہ آرڈر بک ہوتے ہی بکنگ کی رسید لے کر مارکیٹ میں پہنچ جاتا ہے، اور یہ رسید فروخت کر دیتا ہے، مثلاً اس نے یہ رسید بارہ سو کی فروخت کر دی، پھر جس بندے نے یہ رسید خریدی تھی، اس نے پندرہ سو میں آگے فروخت کر دی، اس نے آگے چوتھے بندے کو فروخت کر دی، اور یہ سلسلہ پندرہ جنوری تک چلتا رہتا ہے، چنانچہ ایک ٹن پیاز کی قیمت جس وقت بکنگ کروائی گئی تھی، ایک ہزار روپے تھی لیکن پیاز کے وصول ہونے تک دو ہزار تک پہنچ گئی، اور جس شخص نے آخر میں دو ہزار دے کر ایک ٹن پیاز حاصل کی، اس کو بلاوجہ ایک ہزار اضافی دینے پڑے، اگر درمیان میں ہوائی سودے نہ ہوتے تو اس کو یہ پیاز ایک ہزار اور کچھ کی پڑ جاتی، لیکن درمیان میں فاورڈ سیلز کے بہت سے غیر متعلق لوگ داخل ہو گئے، جن کا پیاز سے کوئی لینا دینا نہیں، انہوں نے صرف بولی لگائی، اور پانچ

ہزار کا نفع لے کر غائب ہوگئے، یہ نفع چونکہ نام کا نفع ہے، اور بغیر کسی معاوضہ کے ملا ہے، اس میں کسی چیز کا رسک اور خطرہ انہوں نے برداشت نہیں کیا، اس لئے یہ نفع حلال نہیں رہا، اور اس کا نقصان یہ ہوا ہے کہ پیاز کی قیمت میں بلاوجہ ہونے والا یہ اضافہ بھی عوام کی جیب پر پڑا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں پہلے مارکیٹ میں پیاز پچاس روپے کلو ملتی تھی، وہ ستر اسی روپے کلو تک پہنچ گئی۔ یہی حال چینی اور چائے کی پتی کے کاروبار میں ہوتا ہے، چنانچہ امپورٹر نے چائے کی پتی کا آرڈر بک کروایا، اور اسے ایک ماہ بعد چائے کی پتی ملنی ہے، لیکن چائے کی پتی موصول ہونے سے پہلے ہی فاورڈ سیلز کے ذریعہ بہت سے معاملات انجام پاچکے ہوتے ہیں، اور بلاوجہ درمیان میں افراد داخل ہوکر اپنے اپنے حصہ کی رقم لے کر غائب ہوچکے ہوتے ہیں، چنانچہ اس کا نتیجہ گرانی اور مہنگائی کی صورت میں ظاہر ہوجاتا ہے۔ یہ سب چور دروازے ہیں، جن کا نتیجہ بہت زیادہ مہنگائی اور ہنگامہ خیزی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، شریعتِ مطہرہ نے بہت پہلے ہی اس چور دروازے کو بند کردیا، اور حکم دیا کہ جب تک قبضہ نہ ہو، کوئی چیز آگے فروخت نہیں کی جاسکتی۔ یہی حال سوشل میڈیا کے ذریعہ کاروبار میں ہورہا ہے، لوگ اشتہار لگاکر چیزیں فروخت کرتے ہیں، وہ ان کی ملکیت میں نہیں ہوتیں، اور نہ قبضہ ہوتا ہے، لیکن لوگ فروخت کررہے ہوتے ہیں، اور قبضہ تو کیا بسا اوقات ملکیت بھی نہیں ہوتی، اور آگے فروختگی ہوچکی ہوتی ہے، ایک شخص اپنے گھر بیٹھا ہے، اس نے مارکیٹ کا رخ نہیں کیا، اس نے کسی چیز کا رسک اور خطرہ برداشت نہیں کیا، اس کے باوجود نفع حاصل کررہے ہوتے ہیں، اور بلاوجہ وہ چیز مہنگی ہوجاتی ہے، کیونکہ جو تاجر وہ جنس خریدتا ہے، وہ اس میں اس ایجنٹ کی اجرت بھی شامل کرتا ہے، اور اس کا بوجھ عام گاہک کی جیب پر پڑتا ہے۔ انہی برے نتائج کے پیشِ نظر شریعت مطہرہ ملکیت اور قبضہ کے بغیر کوئی بھی جنس آگے فروخت کرنے کی اجازت نہیں دی، اور صاف منع فرمایا، تاکہ اس قسم کے مشاکل اور مصیبتیں نمودار نہ ہوں، بلکہ پرسکون اور مستحکم معیشت کا قیام ممکن ہوسکے، حکومتِ وقت پر لازم ہے کہ فاورڈ سیلز اور مستقبل کے سودوں کی روک تھام کی کوشش کرے، اور ایسے اقدامات کی ترغیب دے، جن سے مضبوط معیشت کا قیام عمل میں آسکے۔

۴۔ کمیشن ایجنٹوں کی دخل اندازی

یہ بہت اہم اور کلی ضابطہ ہے، جو ایک حدیث سے مستفاد ہوتا ہے، حدیثِ پاک میں نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ کوئی شہری شخص کسی دیہاتی کیلئے اس کا مال فروخت نہ کرے، بلکہ اس دیہات سے آنے والے کو یہ مکمل آزادی دی جائے کہ وہ اپنا مال جب چاہے، جیسے چاہے فروخت کرسکے، چنانچہ یہ حدیث یوں مروی ہے کہ: عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا تلقوا الركبان، ولا يبع حاضر لباد»، قال: فقلت لابن عباس: ما قوله «لا يبيع حاضر لباد» قال: لا يكون له سمسارا [8]. حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قافلے والوں سے آگے بڑھ کر مال نہ خریدو، اور نہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت کرے، راوی کا کہنا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب؟ تو فرمانے لگے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کیلئے وکیل نہ بنے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی دیہاتی شخص خود اپنی اجناس، اپنی سبزی لے کر شہر آئے، اور خود بیچے، تو عین ممکن ہے کہ وہ بہت کم قیمت میں فروخت کرکے چلا جائیگا، کیونکہ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں ہوتا، ایسی

صورت میں عام افراد اور اہل شہر کو سستی اجناس دستیاب ہو سکیں گی، لیکن اگر کوئی شہری اس کا مال خرید کر بیچنے لگ جائے، تو عین ممکن ہے کہ وہ اپنے پاس ذخیرہ کرلے، اور بہت مہنگا فروخت کردے، جس میں شہر والوں کا نقصان اور ضرر ہے، چنانچہ اس سے منع کیا گیا۔ اس کی نظیریں اور مثالیں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں، جو شخص شہر کراچی، اسلام آباد، لاہور جہاں بھی رہ رہا ہے، وہ اگر منڈی سے ہٹ کر کوئی شخص خود اپنے کھیت کی گاجر مولی، سبزی لے آئے، تو ایک تو وہ بالکل تازی سبزی ہوتی ہے، اور خالص ہوتی ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ عام طور پر اس کے ریٹ دوسروں کے مقابلے میں بہت کم ہوتے ہیں، لیکن سبزی منڈی کی مافیا اسے یہ کرنے نہیں دیتی، کیونکہ اس میں ان کا دھندا بند ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ یہ صرف سبزی کی بات نہیں، بلکہ تمام دیگر اجناس کا یہی حال ہے۔ چنانچہ شریعتِ مطہرہ کی تعلیم یہ ہے کہ حتی الامکان یہ کوشش کی جائے کہ کسی دیہاتی کیلئے اس کا مال نہ بیچا جائے، بلکہ اسے موقع دیا جائے کہ وہ اپنا مال خود فروخت کرے۔

۵۔ مارکیٹ میں مقابلہ (Competition) کی فضا ہموار نہ ہونا

بنیادی طور پر شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ مارکیٹ میں مقابلہ کی فضا ہو، کوئی انجمن، کوئی ایسوسی ایشن قائم نہ ہو، بلکہ تمام لوگ انفرادی طور پر خود اپنا مال جس قیمت پر چاہیں فروخت کردیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مقابلہ کی وجہ سے چیزیں سستی ہو جاتی ہیں، چنانچہ ایک تاجر دوسرے کے مقابلے میں کم قیمت پر اجناس فروخت کر دیتا ہے، جس کی سادہ کی مثال دودھ کی ہے، اگر دودھ فروخت کرنے والے انجمن نہ بنائیں، بلکہ سب لوگوں کو آزاد رکھیں، اور انہیں ہر طرح سے اجازت ہو کہ جس قیمت پر دودھ بیچنا چاہیں، بیچیں، تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ سب کے ریٹ ایک ہی جیسے ہوں، بلکہ سب کے ریٹ مختلف ہوں گے، اور جس کے ریٹ کم ہوں گے، لوگ اسی سے خریدنے کی کوشش کریں گے، فقہ حنفی میں یہ ضابطہ مشہور ہے کہ حاکم وقت اجرت پر کام کرنے والے لوگوں کی کمیٹیاں اور یونین نہیں بننے دے گا، کیونکہ اس میں دوسرے افراد کا نقصان ہے۔ اب ہوتا یہ ہے کہ مرغی فروشوں کی الگ انجمن قائم ہے، دودھ فروشوں کی اپنی انجمن ہے، سبزی فروشوں کی اپنی انجمن ہے، اور یہ سب اپنے من مانے ریٹ ہر کچھ ماہ بعد نافذ کرتے ہیں، یہی حال سونے چاندی کا عالمی سطح پر ہے، نبی کریم ﷺ نے اس کی سختی سے تردید فرمائی، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ: عن أنس، قال: الناس يا رسول الله، غلا السعر فسعر لنا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله هو المسعر القابض الباسط الرازق، وإني لأرجو أن ألقى الله وليس أحد منكم يطالبني بمظلمة في دم ولا مال"[9] ترجمہ: حضرت انس فرماتے ہیں کہ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمارے لیے اشیاء کے نرخ اور بھاؤ مقرر فرمادیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی ہی نرخ مقرر فرمانے والے ہیں، وہی تنگی پیدا فرمادیتے ہیں، اور وہی کشادگی لاتے ہیں، اور مجھے امید ہے کہ میں اللہ تعالی سے اس حال میں ملوں کہ مجھ پر کسی کا کوئی جانی یا مالی حق نہ ہو۔ اس حدیث میں رسول کریم ﷺ نے لوگوں کے اصرار اور سوال کے باجود تسعیر یعنی بھاؤ مقرر کرنے سے منع فرمایا، کیونکہ بھاؤ مقرر کرنے سے مارکیٹ میں مقابلے کی فضا ہموار نہیں ہوتی، اور لوگ پابند ہو جاتے ہیں، اور پھر بھاؤ مقرر کرنے والوں کا بھی بھروسہ نہیں کہ وہ پوری صورتِ حال کا جائزہ لے کر بھاؤ مقرر کریں یا ایسے ہی اپنے پاس سے ایسا فیصلہ کریں جس میں غریبوں کا نقصان ہو، اس لئے اس سے منع فرمایا۔ چنانچہ اس حدیث کے پیشِ نظر امام ابو حنیفہؒ اور

امام ابویوسفؒ تسعیر سے منع فرماتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ چونکہ رسول کریم ﷺ نے بھاؤ مقرر کرنے سے منع فرمایا، اس لئے کوئی حاکم بھاؤ مقرر نہیں کرے گا۔ البتہ دیگر بہت سے فقہائے کرام ضرورت کے موقع پر بھاؤ اور اشیائے کے نرخ متعین کرنے کی اجازت دیتے ہیں، چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب الدر المختار میں ہے کہ: (ولا يسعر حاكم) لقوله عليه الصلاة والسلام "لا تسعروا فإن الله هو المسعر القابض الباسط الرازق" (إلا إذا تعدى الأرباب عن القيمة تعديا فاحشا فيسعر بمشورة أهل الرأي) وقال مالك: على الوالي التسعير عام الغلاء[10]۔ ترجمہ: حاکم اشیا کے نرخ مقرر نہیں کرے گا نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کی وجہ سے کہ اللہ تعالی ہی نرخ مقرر کرنے والے ہیں، مگر یہ لوگ حد سے تجاوز کرنے لگیں اور بہت زیادہ مہنگائی کرنے لگ جائیں، تو حاکم اہل رائے اور ماہر لوگوں کی مشاورت سے نرخ مقرر کر سکتا ہے، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جب مہنگائی ہو جائے، تو والی اور حاکم پر لازم ہے کہ اشیاء کے بھاؤ اور نرخ متعین کر دے۔ چنانچہ عام حالات میں مقابلہ اور کمپٹیشن کی فضا ہموار کی گئی، تاکہ مہنگائی نہ ہو، اور اشیاٗ سستی دستیاب ہوسکیں، کیوں کہ جب مقابلے کی فضا ہوگی، تو ہر آدمی اپنا مناسب نفع رکھ کر چیزوں کو بیچے گا۔ ہمارے دور میں حکومتِ وقت تسعیر کے باوجود مختلف مافیاز کو لگام دینے میں ناکام ہے، اس لیے حکومت کو چاہیے کہ یونین کو کنٹرول کر کے بازاروں میں مقابلے کی فضا بنائے، یہ مہنگائی کو کنٹرول کرنے کا زیادہ موثر طریقہ ہے۔

٦۔ طلب ورسد کی فطری قوتوں کو مصنوعی طریقے سے متاثر کرنا

اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنی کامل قدرت سے دنیا کا نظام ایک قاعدے اور قانون کے مطابق بنایا ہے، اور اسی قاعدے اور قدرتی قانون کا نام فطرت ہے، چنانچہ انسان کا ماں باپ سے پیدا ہونا یہ فطری ہے، ہر انسان کی ملکیت کا احترام فطری ہے، انسان کی موت فطری اور یقینی ہے، انسان کے دل میں مال کی محبت یا مال کی خواہش فطری ہے، کمزور ہونا، مضبوط ہونا، ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش یہ سب فطری ہے، یہ تو انسانی حیات کی مثال ہے، ٹھیک اسی طرح کچھ فطری تقاضے معاشیات میں بھی ہیں، جن میں دو اہم تقاضے یا دو اہم قوتیں "طلب ورسد" کہلاتی ہیں، جنہیں Demand And Supply بھی کہا جاتا ہے، یہ دونوں قوتیں بھی اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف سے فطری ہیں، چنانچہ یہ دونوں قوتیں دو متضاد جہتوں میں سفر کرتی ہیں، یعنی جب طلب بڑھ جاتی ہے، تو چیز کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور جب سپلائی اور رسد بڑھ جاتی ہے، تو اس چیز کی قیمت میں کمی آجاتی ہے، شریعتِ مطہرہ میں حکم یہ وارد ہوا ہے کہ ان فطری قوتوں کو اپنے حال پر رکھا جائے، انہیں مصنوعی طور پر چھیڑ چھاڑ سے دور رکھا ہے، چنانچہ اس مقصد کے حصول کیلئے شریعت نے بہت اہم ضوابط مقرر فرمائے، جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

الف۔ احتکار اور ذخیرہ اندوزی کی حرمت

اگرچہ اس بات میں اختلاف ہے کہ ذخیرہ اندوزی کا تحقق کن کن چیزوں میں ہوتا ہے؟ امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ ذخیرہ اندوزی کا تحقق صرف انسانوں اور جانوروں کی غذائی اجناس میں ہوتا ہے۔ حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ صرف انسانوں کی غذائی اجناس میں ذخیرہ اندوزی احتکار محرم میں داخل ہے، جبکہ امام محمد اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی ذخیرہ اندوزی انسانوں اور جانوروں کی غذا میں ذخیرہ اندوزی کا نام ہے، جبکہ امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کی ذخیرہ اندوزی سے لوگ تکلیف

میں مبتلا ہو جائیں، اس کا ذخیرہ کرنا ممنوع ذخیرہ اندوزی میں داخل ہے، چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب "الهداية في شرح بداية المبتدی" میں درج ہے کہ: وتخصيص الاحتكار بالأقوات كالحنطة والشعير والتبن والقت قول أبي حنيفة رحمه الله، وقال أبو يوسف رحمه الله كل ما أضر بالعامة حبسه فهو احتكار وإن كان ذهبا أو فضة أو ثوبا[11] ۔ترجمہ: ذخیرہ اندوزی کی حرمت کا انسانوں اور جانوروں کی غذا کے ساتھ خاص ہونا یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے، جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہو وہ چیز جس کا ذخیرہ کرنا لوگوں کیلئے نقصان دہ اور تکلیف کا باعث ہو، احتکارِ حرام میں داخل ہے، چاہے وہ سونا چاندی ہو یا کوئی کپڑا ہو۔ چونکہ ذخیرہ اندوزی سے چیز کی ڈیمانڈ بڑھ جاتی ہے، اور یہ مصنوعی طور سپلائی چین کو متاثر کر دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے لوگ سخت مشکل میں پڑ جاتے ہیں، چنانچہ اس کی ایک واضح سی مثال ہمارے دور میں آٹا اور ڈالر کی ہے، آٹا ذخیرہ کر کے اس کاروبار میں شامل بااثر افراد نے قلت پیدا کر دی اور ایک ہی دن میں آٹے کی قیمت میں ہزاروں روپے کا اضافہ کیا گیا، اور لوگوں کو سخت پریشانی میں مبتلا کر دیا، اور ڈالر کی ذخیرہ اندوزی سے قیمت کہیں سے کہیں پہنچ گئی، چونکہ یہ سب مصنوعی اور بناوٹ ہے، اور صرف اپنے نفع کے حصول کیلئے لوگوں کو سخت اذیت میں مبتلا کرنا ہے، اس لئے اس پر شریعت میں سخت وعید وارد ہوئی ہے، رسول کریم ﷺ نے اس سلسلے میں فرمایا: عن عمر بن الخطاب، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الجالب مرزوق، والمحتكر ملعون"[12] سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شہر میں اشیاء فروخت کیلئے لانے والے کو رزق دیا جاتا ہے، اور جو ذخیرہ کرتا ہے، اس پر لعنت وارد ہوتی ہے۔ ذخیرہ اندوزی معیشت کی بنیادیں ہلا دیتی ہے، ملکی سالمیت کو خطرات لاحق ہو جاتے ہیں، یہ ایسی خطرناک بیماری اور مصیبت ہے کہ ہر طرف ہنگامہ خیزی اور افلاس پھیلا دیتی ہے، چہروں سے ہوائیاں اڑنے لگ جاتی ہیں، لوگ شدید دہشت اور پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور اس سارے کھیل کے پیچھے کچھ بد قماش لوگ بیٹھ کر اپنے نفع کے چکر میں خوش گپیوں میں مصروف ہوتے ہیں، ہمارے ملک کی موجودہ حالت اس کی نمایاں اور واضح مثال ہے، اللہ سبحانہ وتعالی ہمارے لوگوں کو سلامتی عقل عطا فرمائے، بااختیار اور ذمہ داران کی یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی ذمہ داری ہے کہ ایسے افراد کو کڑی سزائیں دے کر اس مصیبت کے روک تھام کی پوری کوشش کریں، اور اس سلسلے میں جس قدر محنت کر سکتے ہیں، کریں، تاکہ معیشت کو استحکام نصیب ہو سکے۔

ب۔ نجش یعنی جعلی بولی لگانے کی ممانعت

جس طرح مصنوعی قلت اور مصنوعی طور پر رسد میں کمی کر دینے سے قیمتیں متاثر ہو جاتی ہیں، اسی طرح جعلی بولی لگا دینے سے بھی قیمتیں ہیجان کا شکار ہو جاتی ہے، جسے نجش کہا جاتا ہے، نبی کریم ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا، اور مضبوط و مستحکم معیشت کی تعلیم دی، چنانچہ احادیث میں ہے کہ: عن أبي هريرة، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "لا تناجشوا"[13] ۔ترجمہ: سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے نجش سے منع فرمایا۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نجش کے متعلق فرماتے ہیں: النجش أن يرى الرجل السلعة تباع فيزيد في ثمنها وهو لا يريد شراءها، وإنما يريد بذلك ترغيب السُوام فيها ليزيدوا في الثمن، وفيه غرور للراغب فيها وترك لنصيحته

التي هي مأمور بها [14]۔یعنی نجش یہ ہے کہ کوئی آدمی مبیع کو دیکھے، اور اس کی قیمت میں اضافی آفر دیدے، حالانکہ وہ خریدنا نہیں چاہتا، اور یہ اس لئے کرتا ہے تاکہ دوسرے لوگ زیادہ قیمت دینے پر راضی ہو جائیں، اور اس میں خریدنے والے کو دھوکہ دینا ہے، اور اس کے حق میں خیر خواہی نہیں کی جارہی، حالانکہ خیر خواہی کا حکم ہے۔ چنانچہ اس میں بھی مصنوعی طور پر فطری قوتوں یعنی طلب ورسد کو متاثر کیا جاتا ہے، لہذا اس کی ممانعت کی گئی، مقصود یہ ہے کہ فطری قوتیں اپنے اپنے مدار میں، اپنی مرضی سے خود ہی نظامِ قدرت کے مطابق کارفرما ہوں، اس میں انسانوں کی خواہش اور حرصِ مال اور ہوس کی دخل اندازی نہ ہو، اس میں زیادہ نفع کمانے کی لالچ کے ساتھ نفس کی دست درازی نہ ہو، تاکہ مستحکم معیشت کا قیام ممکن ہوسکے۔

نتائج بحث

خلاصہ یہ ہے کہ شریعتِ مقدسہ نے مستحکم معیشت اور متوازن قیمتوں کیے قیام کیلئے ایسے اصول بتلائے ہیں، جن پر عمل سے نہایت مستحکم معیشت وجود میں آسکتی ہے، اور ان پر عمل کر کے مضبوط معیشت کا قیام نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اور خلفائے راشدین کے زمانے میں، مسلمانوں کے سنہرے ادوار میں عملی نظریں امت کو بتلائی گئیں ہیں، چنانچہ ہمیں بھی انہی اصولوں کو پیشِ نظر رکھ کر اپنے عقل کے دائرے کو وسیع کر کے وحی کی روشنی سے فائدہ اٹھانا ہوگا اور یقینا اسی کے نتیجے میں ہم اپنے ملک کو مہنگائی کے اس طوفان سے نکال سکتے ہیں کیوں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ معاشی استحکام قوموں کی ترقی ہی نہیں معاد کی فکر کے لیے بھی بنیادی اساس ہے، اللہ تعالی ہمیں ان ہدایت کی روشنی میں سنجیدہ انداز میں سوچنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

References

1 Nadwi, Abul Hasan, Ali , *Khawateen Aur Deen Ki Khidmat*, (Lucknow: Maktaba Islam, 1998 AD), 52.

2 Bulandshahrī , Muḥammad ʻĀshiq Ilāhī Muhājir Madanī, Tafseer Anwar ul Bayan, (Multan: Idara Taleefat E Ashrafia, 1434 AH) 3: 26.

3 Al-Mu'minun 23: 51.

4 At-Tibrīzī, Muḥammad Ibn ʿAbd Allāh Al-Khaṭīb, *Mishkāt Al-Maṣābīḥ*, (Berut: Al-Maktab Al-Islami, 1985 AD), 2: 848.

5 Al-Ma'idah 5:2.

6 Al-Tabrizi, *Mishkāt Al-Maṣābīḥ*, 2: 979.

7 Al-Daraqutni, Ali Ibn Umar, *Al-Sunan*, (Berut: al Risalah, 1424 AH), 5: 28.

8 Al-Bukhārī, Muḥammad Ibn Ismāʻīl, *Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī,* (Berut: Dar Towq Al-Najat, 1422 AD), 3: 72.

9 Abu Dāwūd, As-Sijistani, Sulayman ibn al-Ash'ath, *Al-Sunan*, (Berut: Al Maktabah Al- Asariah), 3: 272.

10 Ibn 'A Bidīn, Al-Shāmī , Muhammad Amīn Ibn ʿUmar , *Radd al-Muhtār 'ala al-Durr al-Mukhtār* (Beirut: Dar al-Fikr, 1421 AH), 6: 399.

11 Al-Marghīnānī, Burhān Al-Dīn , 'Alī Bin Abī Bakr, *al-Hidāyah fī Sharah Bidāyat al-Mubtadī,* (Berut: Dar'ül İhya al-Turas), 4: 377.

12 Ibn Mājah, Al-Qazwīnī, Muhammad Ibn Yazīd, *Sunan Ibn Mājah*, (al-Qāhira: Dar'ü İhya al- arabia), 3: 269.

13 Abu Dāwūd , *Al-Sunan*, 3: 262.

14 Al-Khattabi, Hamd Ibn Muhammed Ibn Ibrahim, *Maliam Al-Sunan*, (Halab: Al-Matbah-Al-Ilmiyyah , 1351 AH), 3: 109.